© rasailojaraid.com

یونانی علوم کا مسلمانوں میں داخلہ

شامی عیسائیوں کی وساطت کا مفروضہ

از:
جناب شبیر احمد خانصاحب غوری ایم۔اے۔ایل ایل بی۔بی ٹی۔رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی
(اترپردیش)

اسلامی ثقافت میں علوم عقلیہ کے آغاز و ارتقا بالخصوص ان کے قبل از اسلامی مآخذ و مصادر کا مسئلہ بڑا اہم اور دلچسپ ہے۔ فان کریمر کی تقلید میں نکلسن نے تو صرف اتنا ہی لکھا تھا:۔

It is Probable that the latter (Mutazilites) at any rate arose, as von Kremer has suggested, under the influnce of Greek Theologians specially John of Damascus and his pupil, Theodore Abucara (Abu Qurra) the Bishop of Harran. (Nicholson: Literary History of Arabs, pp 220-221)

(اس بات کا احتمال ہے کہ فرقۂ معتزلہ یونانی علماء دینیات بالخصوص یوحنائے دمشقی اور اس کے شاگرد ابو قرہ اسقف حراں کے زیر اثر پیدا ہوا جیسا کہ فان کریمر کا خیال ہے) لیکن مستشرقین کے متشدد عقیدتمندوں نے اس محدود مفروضہ کو جو صرف اعتزال اور علم کلام کے آغاز تک سے متعلق تھا تعمیم دے کر اسلامی فکر کے جملہ عقلی علوم کو شام کے یونانی فلاسفہ و متکلمین کا مرہون منت قرار دیا۔ ان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"کہنے والے کہتے ہیں کہ شام کے نوفلاطونی فلسفیوں بلکہ شکّیین کے خیالات نے ہی مسلمانوں کی عقلی موشگافیوں کے لئے سنگِ میل کا کام دیا ہے۔"

لیکن خان کریم کا محدود مفروضہ ہو یا اس کے مشرقی عقیدت مندوں کی تعمیم دونوں محلِ نظر ہیں۔ اعتزال کے اصول اور یوحنائے دمشقی کی تعلیمات میں کوئی بنیادی مماثلت نہیں ہے۔ اس کے برعکس فرقۂ معتزلہ کے تاریخی ارتقا کی تفاصیل بڑی حد تک محفوظ ہیں اور ان میں یونانی دینیات کے کسی علماء کا کوئی اثر متعین نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ سطورِ ذیل میں یونانی حکمت اور مسلمانوں کی عقلی موشگافیوں کے مابین شامی نوفلاطونیوں کے وسیط ہونے نہ ہونے کے مسئلہ پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

عام طور پر "مسلمانوں کی عقلی موشگافی" کا جو مفہوم سمجھا جاتا ہے اُس کا آغاز عباسی خلافت کی ابتدا سے ہوتا ہے۔ دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کی سرپرستی میں اُس دیرپا اور مسلسل فکری تحریک کا افتتاح ہوا جو آج کے دن تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے چنانچہ قاضی صاعد اندلسی نے عباسی دور سے پہلے مسلمانوں میں عقلی علوم سے بے اعتنائی کے سلسلے میں لکھا ہے:

"وکانت العرب فی صدر الاسلام لا تعنی بشیٍٔ من العلم الا بلغتها ومعرفة احکام شریعتها حاشا صناعة الطب فانها کانت موجودة عند افراد من العرب غیر منکرة عند جماهیرهم لحاجة الناس طراً الیها"

ابتدائے اسلام میں اہل عرب سوائے اپنی زبان اور احکام شریعت کے علم کے کسی دوسرے علم کے ساتھ اعتنا نہ کرتے تھے اِلّا طب کے ساتھ کیونکہ بعض عرب اس میں کچھ شدبد رکھتے تھے نیز عام لوگوں میں یہ ناپسندیدہ نہیں سمجھا جاتا تھا کیونکہ انھیں اس کی ضرورت رہتی تھی۔

(طبقات الامم ص ۴۷)

قاضی صاعد نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ابوجعفر منصور (۱۳۶ھ - ۱۵۸ھ) سے پہلے مسلمانوں نے علومِ عقلیہ کے ساتھ کوئی اعتنا نہیں کیا۔ وہ لکھتا ہے:

فهذه کانت حالة العرب فی الدولة

یہ تھی عرب کی ذہنی (ثقافتی) حالت اموی حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لأموية فلما ادال الله تعالى تلك الدولة للهاشمية ..... فكان اول من عني منهم بالعلوم الخليفة الثاني ابو جعفر المنصور ..... فكان رحمه الله تعالى مع براعته في الفقه وتقدمه في علم الفلسفة وخاصة في علم صناعة النجوم كلفا بها وباهلها"[51]

میں ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے اس خلافت کو ہاشمی (عباسی) خاندان میں منتقل کیا ..... تو ان میں سے جس شخص نے سب سے پہلے علم و حکمت کے ساتھ اعتنا کیا وہ دوسرا خلیفہ ابو جعفر منصور تھا ... فقہ میں دستگاہ عالی اور علم فلسفہ بالخصوص علم نجوم میں کمال کے ساتھ اُن علوم اور ان کے ماہرین پر اس کی خاص عنایت تھی

اور یہ تحریک خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں اپنے اوجِ کمال پر پہنچی چنانچہ قاضی صاعد آگے چل کر لکھتا ہے:

ثم لما افضت الخلافة الى الخليفة السابع منهم عبد الله المامون بن هارون الرشيد ... تمم ما بدأ به جده المنصور"[52]

پھر جب خلافت ان میں سے (عباسیوں میں سے) ساتویں خلیفہ عبداللہ المامون بن ہارون الرشید کو ملی ..... تو جس تحریک کا اُس کے دادا منصور نے آغاز کیا تھا، اُس نے اُسے تکمیل تک پہنچایا

اُموی دور میں حتیٰ کہ خلافت راشدہ کے آغاز بلکہ عہدِ نبوی میں ایسے منتشر واقعات ملتے ہیں جو عقلی موشگافیوں سے یک گونہ مشابہ ہیں۔ لیکن نہ تو انھوں نے مسلمانوں کے علومِ عقلیہ کے آغاز و ارتقا میں کوئی حصہ لیا ہے اور نہ شامی نو فلاطونیت نے اسلام میں عقلیت کے تسلسل کا افتتاح کیا ہے۔ مگر اس کی تفصیل سے پیشتر ان حضرات کی توجیہات پر ایک نظر ڈالنا مستحسن ہوگا جو مسلمانوں کی عقلی موشگافیوں کو شامی نو فلاطونیوں کا مرہونِ منت سمجھتے ہیں :-

واقعہ یہ ہے کہ یوں تو مسلمانوں کے تمام ہی بڑے بڑے شہروں میں ہر جنس و ملت کے لوگ آنے جانے اور بسنے لگے تھے اور ان میں اور مسـ [illegible] ـیں علمی روابط کی بنیادیں بھی پڑ گئی تھیں جہاں مسلمان انھیں متاثر کر رہے تھے وہاں ان کے افکار و خیالات سے مناسبتِ ظروف اثر لے بھی رہے تھے لیکن عام طور سے غیر منظم ہو

---

[51] طبقات الامم ص ۵۰، [52] ایضاً ص ۵۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نا منضبط فکریں تھیں۔ جہاں تک منضبط اور منظم فکر کا تعلق ہے وہ ان کو شامی اہلِ علم سے ہی حاصل ہوئی اور مسلمانوں کو فلسفے کا چسکا غالباً ان ہی سے لگا۔ قیاس یہ ہے کہ فلسفے کو مسلمانوں سے متعارف کرانے اور اس کو اُن میں ہر دلعزیز بنانے میں شامی اطبا نے خاصا حصہ لیا ہوگا۔ طب اور فلسفے میں چولی دامن کا ساتھ تھا۔ فلسفہ طب کی تعلیم کے لئے تمہیدی مضمون تھا اور یہ روایت طب یونانی کی تعلیم میں ابھی تک چلی آ رہی تھی۔ یہ اطبا مسلمانوں کی پھیلتی مدنیت کی ناگزیر ضرورت تھے۔ پھر امرا و رؤسا کی خلوت وجلوت کے ندیم۔ چنانچہ مسلمان طب میں ان ہی شام کے مسیحی اور غیر مسیحی اطبا کے شاگرد ہیں اور یونانی طب کو اسلامی طب بنا دینے کا سہرا انھیں کے سر ہے۔"

اس توجیہ کی جزئیات کی تائید میں منتشر واقعات ملتے ہیں بایں ہمہ اُن سے جو نتائج مستنبط کرنے کی کوشش کی گئی ہے، واقعات حوصلہ افزائی کے بجائے ان کی تردید ہی کرتے ہیں، چنانچہ

ا۔ یہ فلاسفہ و اطبا، امرا و رؤسا کی خلوت وجلوت کے ندیم ہوں تو ہوں (جیسے یحییٰ نحوی[5] اور ابن آثال[6]) مگر فلسفہ کو مسلمانوں میں مقبول نہ بنا سکے۔

ب۔ شامی اطبا مسلمانوں کی پھیلتی پھولتی مدنیت کی ناگزیر ضرورت تھے۔ مگر مسلمان طب میں شام کے ان مسیحی اور غیر مسیحی اطبا کے شاگرد نہیں ہیں۔

ج۔ فلسفہ کو مسلمانوں سے متعارف کرانے اور اس کو اُن میں ہر دلعزیز بنانے میں شامی اطبا کا کوئی خاص حصہ نہیں ہے۔ اور آخر میں

د۔ جہاں تک منضبط اور منظم فکر کا تعلق ہے وہ مسلمانوں کو شامی اہلِ علم سے نہیں ملی اور نہ مسلمانوں کو فلسفہ کا چسکا ان سے لگا۔

ذیل میں ان منتشر واقعات کا تاریخی طور پر جائزہ لیا گیا ہے:۔

عہدِ نبوی میں بیرونی افکار اور یونانی طب

عہدِ نبوی میں تین شخصوں کا نام ملتا ہے جنھیں آج کل کی اصطلاح میں حکیم (طبیب) کہا جا سکتا ہے۔ لیکن نہ تو غالباً یہ شامی مدارس طبیہ سے تعلق رکھتے تھے اور نہ ان میں

---

[5] حالانکہ یحییٰ نحوی اور فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کی ملاقات محض ایک افسانہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یونانی طب کو مسلمانوں میں مقبول بنانے کے اندر کوئی کامیابی حاصل ہوسکی۔

ان میں قدیم ترین نام حرث بن کلدۃ الثقفی کا ہے۔ وہ طائف کا رہنے والا تھا اور اس نے ایران میں طب و موسیقی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ابن ابی اُصیبعہ لکھتا ہے:۔

الحرث بن کلدۃ الثقفی کان من الطائف وسافر البلاد وتعلم الطب بناحیۃ فارس وتمرن هناك وعرف الداء والدواء وکان یضرب بالعود تعلم ذلك ایضاً بفارس والیمن وبقی ایام رسول الله صلی الله علیه وسلم وایام ابی بکر وعمر وعثمان وعلی بن ابی طالب ومعاویه رضی الله عنهم۔[1]	حرث بن کلدۃ الثقفی طائف کا رہنے والا تھا۔ مختلف شہروں کا سفر کیا تھا اور ایران میں طب کا علم سیکھا تھا۔ وہیں اس نے مطب کیا۔ تشخیص امراض اور معالجہ سے واقف تھا۔ وہ عود اچھا بجاتا تھا۔ موسیقی کا فن بھی اس نے ایران اور یمن میں سیکھا تھا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی بن ابی طالب اور امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بقید حیات تھا۔

ابن ابی اُصیبعہ کا مآخذ غالباً قاضی صاعد کی طبقات الامم ہے چنانچہ مؤخر الذکر نے لکھا ہے:۔

فکان من الاطباء علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم من العرب الحارث بن کلدۃ الثقفی، کان تعلم الطب بفارس والیمن وکان یضرب العود وبقی الی ایام معاویة بن ابی سفیان۔[2]	جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اطبائے عرب میں سے مشہور طبیب حرث بن کلدۃ الثقفی تھا۔ اس نے طب کی تعلیم ایران اور یمن میں حاصل کی تھی۔ عود اچھا بجاتا تھا۔ امیر معاویہ کے زمانہ تک بقید حیات تھا۔

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ حارث بن کلدۃ الثقفی شامی مدارس کا خریج نہیں تھا بلکہ ایران کے مدرسہ طبیہ کا فارغ التحصیل تھا۔ زمانہ قبل از اسلام میں مصر و شام طب اور یونانی فلسفہ و تصوف کے اور ایران ونصیبین منطق اور دیگر عقلی علوم (EXACT SCIENCES) کے گہوارے تھے لیکن ان کا سرو یا خصوص نوشیرواں کی علمی

---

[1] طبقات الامم ص ۴۷، [2] عیون الانباء لابن ابی اصیبعہ جلد اول ص ۱۰۹ تا ۱۱۰۔

© rasailojaraid.com

سریرستیوں نے جندی سابور میں بھی نصیبین کے نسطوری مدرسہ کے مدِ مقابل ایک درسگاہ قائم کردی تھی جو مشرق میں منطقی طب کا گہوارہ تھی۔ اسی جندی ساپور کے مدرسۂ طب نے جس پر آخر زمانہ میں نساطرہ چھا گئے تھے عباسی عہد میں اسلامی طب کا افتتاح کیا جس کی تفصیل اس مقالے کے موضوع سے خارج ہے۔

بہرحال حرث بن کلدۃ الثقفی شام کے نوفلاطونی یا یعقوبی مدارسِ طبیہ کا خریج نہیں تھا بلکہ ایران کے مجوسی یا نسطوری (کیونکہ بعد میں جندی سابور کے طبی مدرسہ کی قیادت بھی نساطرہ ہی کے ہاتھوں میں آگئی تھی) مدرسہ طب کا فاضل تھا۔ اس کے علاوہ عرب کے دیسی طب کا بھی ماہر تھا چنانچہ ابن ابی اُصیبعہ لکھتا ہے:۔

وکانت للحرث معالجات کثیرۃ ومعرفۃ بما کانت العرب تعتادہ وتحتاج الیہ من المداواۃ[1]

حرث کو عرب کے طریق مالوف اور اُن کی مخصوص دواؤں سے واقفیت تھی۔ اور اُس نے اس انداز پر بہت سے علاج کئے تھے۔

اور غالباً عرب کے اسی دیسی طب کے ذریعے اس نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کیا چنانچہ اُس نے حضرت سعد بن وقاصؓ کا علاج کھجور اور دودھ کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن حرث بن کلدۃ مسلمانوں میں یونانی طب کو مقبول بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکا اور یہ اتنا مشہور واقعہ ہے کہ اُس نے طب ومعقولات کی تواریخ سے بڑھ کر عربی وفارسی ادب میں بھی ایک امرِ واقعی کی حیثیت حاصل کرلی ہے جیسا کہ سعدی نے گلستاں میں لکھا ہے:

یکے از ملوک عجم طبیبے حاذق را بخدمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد۔ سالے در دیار عرب بود کسے تجربہ پیش او نیاورد و معالجہ ازوے نخواست پیش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمد وگلہ کرد کہ مرا ایں بندہ را بسبب معالجت اصحاب بخدمت فرستادہ اند۔ دریں مدت کسے التفاتے نکرد تا خدمتے کہ بر بندہ معین است بجا آوردے۔ رسول علیہ السلام گفت ایں طائفہ را طریقے ہست کہ تا اشتہا غالب نشود نخورند وہنوز اشتہا باقی بود دست از طعام بدارند۔ حکیم گفت ایں است موجب تندرستی۔ زمین بوسید ورفت۔

(گلستاں باب سوم در فضیلت قناعت)

۱؎ عیون الانباء جلد اول ص [illegible] ص ۱۱۰۔

© rasailojaraid.com

دوسرا مشہور طبیب نضر بن حرث بن کلدۃ الثقفی تھا۔ وہ سابق الذکر حرث بن کلدہ کا بیٹا اور اس کے برخلاف طب کے علاوہ علوم فلسفہ کی مختلف شاخوں سے واقف تھا۔ ابن ابی اُصیبعہ لکھتا ہے :-

النضر بن الحارث بن كلدة الثقفي هو ابن خالة النبي صلى الله عليه وسلم وكان النضر قد سافر البلاد أيضاً كأبيه واجتمع مع الأفاضل والعلماء بمكة وغيرها وعاشر الأحبار والكهنة واشتغل وحصل من العلوم القديمة أشياء جليلة القدر واطلع على علوم الفلسفة وأجزاء الحكمة وتعلم من أبيه أيضاً ما كان يعلمه من الطب وغير ذلك[1]	نضر بن الحرث بن کلدۃ الثقفی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کا لڑکا تھا اس نے بھی اپنے باپ کی طرح بہت سے شہروں کا سفر کیا تھا اور مکہ معظمہ نیز دوسرے شہروں کے علماء و فضلاء کے پاس رہا تھا نیز یہودی علما اور کاہنوں کی صحبت میں بیٹھا تھا۔ قدیم علوم میں سے بہت سی جلیل القدر باتیں سیکھی تھیں۔ فلسفہ اور حکمت سے بھی واقف تھا۔ اس نے اپنے باپ سے بھی طب اور دیگر علوم جو وہ جانتا تھا سیکھے تھے۔

ممکن ہے تلاشِ علم و حکمت میں نضر بن الحرث ایران کے نسطوری مدارس کے علاوہ شام کے یعقوبی اور نو فلاطونی حلقوں میں بھی پہنچا ہو، اگرچہ اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی لیکن اتنا یقینی ہے کہ نہ تو اس کی طبابت مسلمانوں میں مقبول ہو سکی اور نہ وہ اپنے فلسفیانہ خیالات کو جنھیں علوم نبوت کا متبادل سمجھتا تھا اور جنھیں ممکن ہے اس نے شام کے یعقوبی سریانیوں اور نو فلاطونی فلاسفہ سے اخذ کیا ہو مسلمانوں تک پہنچا سکا کیونکہ وہ مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بغض و حسد رکھتا تھا اور اپنی فلسفیانہ معلومات کی بنا پر خود کو مہبطِ وحیؐ کا حریف سمجھتا تھا چنانچہ ابن ابی اُصیبعہ نے لکھا ہے:

وكان النضر كثير الأذى والحسد للنبي صلى الله عليه وسلم ويتكلم فيه بأشياء	نضر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ حسد رکھتا تھا اور آپ کو بڑی ایذا پہنچاتا

[1] عیون الانباء جلد اول ص ۱۱۳۔

© rasailojaraid.com

حتی ظن کما یحیی من تدبرہ عند
اھل مکۃ ویبطل ما القی بہ نبیھم
ولو یعلمو لشقاوتہ ان النبوۃ اعظم
والسعادۃ اقدم والعنایۃ الالٰھیۃ
اجل والامور المقدرۃ اثبت۔
وانما النضر اعتقد ان بعلومہ
وفضائلہ وحکمتہ یقاوم النبوۃ
واین الثری من الثریا"[۵]

تھا۔ حضور کے خلاف بڑی زبان درازی کرتا
تھا تاکہ آپ کی قدر ومنزلت اہل مکہ کی نظروں
سے گرا دے اور اس کے گمان میں جس چیز کا آپ
دعوی کرتے تھے اسے باطل کر دے مگر اپنی بدبختی
سے اتنا نہ سمجھتا تھا کہ نبوۃ بڑا مرتبہ ہے سعادت
بڑی چیز ہے عنایت الٰہیہ اجل ہے اور جن امور
کو قدرت نے مقدر کیا ہے وہ اثبت ہیں نضر کا
تو یہ گمان تھا کہ اپنے اس ظاہری علم وفضل
سے وہ نبوت کا مقابلہ کرے گا۔ لیکن چہ نسبت

خاک را با عالم پاک

اس کی غیر مقبولیت کی حد یہ ہے کہ جب جنگ بدر میں وہ مخالفین کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے آیا اور شکست کے بعد قید ہوا تو وہ مسلمانوں میں اس درجہ مبغوض سمجھا گیا کہ باوجودیکہ اس رحمۃ اللعالمینؐ نے بڑے بڑے شدید مخالفین کو رہا کر دیا مگر دوسرے دشمن اسلام عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ اس کی بھی گردن ماری گئی۔[۵]

عہدِ نبویؐ کا تیسرا مشہور طبیب جس کا تذکرہ تاریخ نے محفوظ رکھا ہے ابن ابی رمثہ ہے۔ اس کے متعلق قاضی صاعد نے لکھا ہے:-

فکان من الاطباء علی عہد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم من الاطباء۔
۔۔۔ ابن ابی رمثۃ التمیمی وھو الذی
قال رایت بین کتفی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم خاتم النبوۃ فقلت لہ انی

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مشہور
اطباء میں سے ۔۔۔ ابن ابی رمثۃ التمیمی تھا۔
یہ وہ طبیب ہے جس نے روایت کی ہے کہ میں نے
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں
کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا تو میں نے عرض کیا

۵ عیون الانباء جلد اول ص ۱۱۳ ، ۶ ایضاً ص ۱۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طبیب به فدعنی اعالجه فقال انت رفیق والطبیب اللہ ؎	میں طبیب ہوں مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کا علاج کروں تو حضور نے ارشاد فرمایا تو محض رفیق ہے اور طبیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ابن جلجل نے تو اس ارشادِ نبوی کے یہ معنی بتائے ہیں کہ ابن ابی رمثہ کو نظری طب میں کوئی دستگاہ نہیں تھی وہ صرف عملی طب میں مہارت رکھتا تھا جیسا کہ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے:۔

کان طبیباً علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مزاولاً لاعمال الید وصناعة الجراح ؎	وہ عہدِ رسالت میں طبیب تھا اور عمل بالید اور جراحی میں مہارت رکھتا تھا۔

ابن جلجل کے الفاظ یہ ہیں

قال سلیمان بن حسان علم رسول اللہ انه رفیق الید ولم یکن فائقاً فی العلم فبان ذلك من قوله والطبیب اللہ ؎	سلیمان بن حسان (ابن جلجل) نے لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ کچے ہاتھ کا ہے (عمل جراحی میں ماہر ہے لیکن علم طب (نظری طب) میں کوئی دستگاہ نہیں رکھتا یہ بات ارشادِ نبوی "والطبیب اللہ" سے ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابن ابی رمثہ جس تجربی طب (EMPIRICAL MEDICINE) میں کمال رکھتا تھا اس کی نگاہِ نبوت میں کوئی وقعت نہ تھی۔ اور جب معلم کتاب کے حضور میں اسے کوئی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی تو اصحابِ رسول میں اسے کیا قبولِ عام نصیب ہوتا۔

غرض اولاً تو اس عہد کے اطبا رشامی نوفلاطونیت کے بجائے ایرانی نسطوریت کے خوشہ چیں تھے اور ثانیاً خواہ وہ نوفلاطونیت کے خوشہ چیں ہوں یا ایرانی نسطوریت کے، اُن کے طبی کمالات کو اسلامی سماج میں کوئی مقبولیت نصیب نہ ہوسکی۔ رہے شامی نوفلاطونیت کے فلسفیانہ افکار جو طب کے مبادی کے ضمن میں کسی نے

---

۱ طبقات الامم ص ۴۳ — ۴۵ ۲ عیون الانباء جلد اول ص ۱۱۶ ۳ ایضاً ص ۱۱۹

© rasailojaraid.com

بکھا ہو تو انھیں تو انتہائی غیر مقبولیت کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ ان کے حاملین کو اس کوشش میں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔

خلافتِ راشدہ اور یونانی فلسفے سے اولین مبینہ سابقہ

کہا جاتا ہے کہ یونانی فلسفہ کے سلسلے میں مسلمانوں کا سب سے پہلے مصری حکماء سے سابقہ ہوا۔ مصر ۲۰ھ (مطابق ۶۴۱ء) میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ مفتوحین میں سے جو لوگ فتح کی مبارکباد دینے آئے ان میں بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور فلسفی یحیٰ النحوی بھی تھا۔ ابن القفطی لکھتا ہے:-

یحیی النحوی... عاش الی ان فتح	یحیٰ النحوی... حضرت عمرو بن العاصؓ کے فتح
عمرو بن العاص مصر والاسکندریۃ	مصر و اسکندریہ تک زندہ تھا وہ ان کی خدمت
ودخل علی عمرو وقد عرف موضعہ	میں حاضر ہوا اور انھیں اس کے علمی مرتبہ اور
من العلم واعتقادہ وما جری لہ مع	معتقدات کا علم ہوا نیز اُس واقعہ کا جو اُسے اپنے
النصاری فاکرمہ عمرو ورای لہ	ہم مذہب عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا تھا لہٰذا
موضعاً وسمع کلامہ فی ابطال التثلیث	انھوں نے اس کی عزت و تکریم کی اور اُسے ایک
فاعجبہ وسمع کلامہ ایضاً فی انقضاء	نمایاں مقام دیا۔ انھوں نے "ابطال تثلیث" میں
الدھر ففتن بہ وشاھد من حججہ	اس کی تقریر سنی جو انھیں بہت پسند آئی نیز
المنطقیۃ وسمع من الفاظہ الفلسفیۃ	"انقضائے دہر" کے بحث پر اس کا کلام سنا جس سے
التی لم تکن للعرب بھا انسۃ ما ھالہ[1]	وہ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ انھوں نے اس کے منطقی
وکان عمرو عاقلاً حسن الاستماع	دلائل کو دیکھا اور فلسفیانہ الفاظ سنے جن سے
صحیح الفکر فلازمہ وکان لا یکاد	اہل عرب مانوس نہیں تھے۔ اس طرح وہ اس کی
یفارقہ[2]	علمی قابلیت سے مرعوب ہو گئے۔ اور عمرو بن العاصؓ
. . . .	مرد عاقل اور دوسروں کی بات اچھی طرح سننے والے

[1] مثلاً نضر بن الحرث کو جس کا قصہ اوپر مذکور ہے [2] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۲۳۳

© rasailojaraid.com

اور صحیح غور و فکر کرنے والے تھے۔ لہٰذا انھوں نے
اس کی صحبت کو لازم پکڑا ۱۱ اور کسی وقت بھی اس کی
جدائی گوارا نہ کرتے تھے۔

ابن القفطی کے اس جملے سے کہ "فلازمہ وکان لا یکاد یفارقہ" اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکیم "امیر (عمرو بن العاصؓ) کی خلوت و جلوت کا ندیم تھا" لیکن اس سے جو نتیجہ یہ لوگ (نشاۃ ثانیہ کے مسیحیوں کی دسالت کے قائلین) نکالنا چاہتے ہیں نہیں نکلتا۔

(۱) اولاً تو یہ بعینہ واقعہ ہی تاریخ سے زیادہ افسانہ ہے۔ دو باتیں قابل غور ہیں۔

ا۔ قدیم تاریخ اس واقعہ کے ذکر سے خاموش ہے۔ فتح مصر کے قدیم ترین مآخذ ابن عبد الحکم کی "فتح مصر و مغرب" اور البلاذری کی "فتوح البلدان" ہیں مگر دونوں نہ تو اس ملاقات کا ذکر کرتے ہیں اور نہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے کتب خانہ اسکندریہ کو جلانے کا (جو اس افسانے کا نقطہ کمال ہے) حالانکہ کم از کم بلاذری فوجی مہموں کے علاوہ دوسرے دلچسپ واقعات کو بھی کبھی کبھی استطراداً بیان کر دیتا ہے۔ قدیم مورخین کی خاموشی اسے مشکوک بناتی ہے۔

ب۔ عمرو بن العاصؓ کی فتح مصر و اسکندریہ سے بہت پہلے یحیٰی النحوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے یہ بعینہ ملاقات ادعائے محض ہے۔ خود مورخین (ما بعد) کی تصریحات کے مطابق یحیٰی النحوی نا قابلِ یقین حد تک طویل العمر ہو جاتا ہے۔ ابن ابی اُصیبعہ نے ابو سلیمان سجستانی سے نقل کیا ہے:

کان یحیٰی النحوی فی ایام عمرو بن العاصؓ	یحیٰی النحوی حضرت عمرو بن العاصؓ کے زمانہ میں
ودخل الیہ …… وانہ قرأ علی	تھا اور وہ ان کی خدمت میں بھی داخل ہوا تھا
امونیس وقرأ امونیس علی برقلس	…… اس نے امونیس سے تعلیم پائی تھی اور امونیس
قال ویحیٰی النحوی یقول انہ ادرک	نے برقلس سے۔ اور یحیٰی نحوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ
برقلس [1]	اس نے برقلس کا زمانہ پایا تھا۔

---

[1] عیون الانباء جلد اول ص ۱۰۴۔

© rasailojaraid.com

برقلس (PROCLUS) کا سال وفات ۴۸۵ء ہے اور اسکندریہ کو حضرت عمرو بن العاص نے ۶۴۲ء میں فتح کیا تھا یعنی برقلس کی وفات کے ۱۵۷ سال بعد۔ پھران مورخین نے خود یحییٰ نحوی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے کچھ اوپر چالیس سال کی عمر تک صرف ملاحی کی اس کے بعد لکھنا پڑھنا سیکھا۔"

"وقال قد بلغت نیفاً واربعین سنة من العمر وما ارتضت بشئ وما عرفت غیر صناعة الملاحة۔"[1]

(یحییٰ نحوی نے لکھا ہے کہ میری عمر کچھ اوپر چالیس سال ہوگئی تھی اور میں نے کچھ نہیں سیکھا تھا اور سوائے ملاحی کے اور کوئی کام نہیں جانتا تھا)

پینتالیس[1] سال کی عمر میں اس نے پڑھنا لکھنا سیکھا پھر نحو لغت اور منطق میں تبحر حاصل کیا۔ ظاہر ہے اس کے بعد ہی اس نے برقلس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا ارادہ کیا ہوگا جو اب بہت زیادہ بوڑھا ہوچکا تھا۔ اس طرح ۶۴۲ء میں اس کی عمر دو سو سال سے کہیں زیادہ ہوگی۔ پھر ابن ابی اصیبعہ بعض مسیحی تواریخ کے حوالے سے لکھتا ہے :۔

وجدت فی بعض تواریخ النصاری	میں نے نصاریٰ کی بعض تواریخ میں دیکھا ہے
ان یحییٰ النحوی کان فی المجمع الرابع	کہ یحییٰ النحوی (کا معاملہ) چوتھی کونسل میں تھا
الذی اجتمع فی مدینة یقال لها	جو شہر خلقدونیہ میں منعقد ہوئی تھی .... اور جب
خلکدونیه ... وانهم لما احرموه	پادریوں نے اسے خارج از کلیسا قرار دیا تو دیگر
لم ینفوه کما نفوا المحرومین ...	لوگوں کی طرح اسے شہر بدر نہیں کیا .... وہ
... وترك فی مدینة القسطنطنیه ولم	شہر قسطنطنیہ میں چھوڑ دیا گیا جہاں قیصر مرقیان
یزل بها مقیما حتی مات مرقیان الملك[2]	کی موت تک رہا۔

خلقدونیہ کی کونسل ۴۵۱ء میں ہوئی تھی اور مرقیان کا انتقال ۴۵۷ء میں ہوا۔ ظاہر ہے ۴۵۱ء میں جس سال خلقدونیہ کی کونسل نے یحییٰ النحوی کو ملعون اور خارج از مذہب قرار دیا اس کی عمر چالیس سال

---

[1] عیون الانباء جلد اول ص ۱۰۴۔ [2] ایضاً ص ۱۰۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے قریب ہوگی۔ اس طرح حضرت عمرو بن العاصؓ سے مبینہ ملاقات کے وقت اس کی عمر تقریباً ڈھائی سو سال ہوتی ہے اور اس وقت بھی حسب تصریح ابن القفطی اس کی ذہنی حالت بہت صحیح اور تندرست تھی کہ اس نے اپنی منطقی گفتگو سے حضرت عمرو بن العاصؓ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ یہ امور اس مبینہ ملاقات کو مشکوک بنا دینے کے لئے کافی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ یحیٰی النحوی کی شخصیت اسلامی ادب میں تاریخی سے زیادہ افسانوی رہی ہے۔ بیہقی نے صوان الحکمۃ میں اسے اسکندریہ کے بجائے ایران میں دکھایا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد تک زندہ بتایا ہے:۔

یحیی النحوی الملقب بالبطریق والمنسو الی الدیلم	یحیٰی النحوی جو بطریق کے لقب سے ملقب ہے اور دیلم کی طرف منسوب ہے۔
کان یحیٰی الدیلمی من قدماء الحکماء وکان نصرانیاً فیلسوفاً فاراد عامل امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان اخراجہ عن فارس وتخریب دیرہ فکتب یحیٰی قصتہ الی امیر المومنین وطلب منہ الامان فکتب محمد بن الحنفیہ لہ کتاب الامان بامر امیر المومنین۔ وقد رأیت نسخۃ ھذا الکتاب فی یدی الحکیم ابی الفتوح المستوفی النصرانی الطوسی[1]	یحیٰی دیلمی قدیم علماء میں سے ہے وہ نصرانی فلسفی تھا۔ اسے امیر المومنین حضرت علیؓ کے عامل نے ایران سے نکالنا اور اس کی خانقاہ کو تباہ کرنا چاہا تو یحیٰی نے پورا معاملہ لکھ کر امیر المومنین حضرت علیؓ کی خدمت میں روانہ کیا اور ان سے امان چاہی پس حضرت محمد بن الحنفیہ نے حضرت علیؓ کے حکم سے اس کے لئے امان نامہ لکھا۔ بیہقی کہتا ہے کہ میں نے اس امان نامہ کی نقل طوس کے نصرانی حکیم ابوالفتوح مستوفی کے پاس دیکھی تھی۔

اس حساب سے اس کی عمر ڈھائی سو سال سے بھی زائد ہوتی ہے اور یہ غیر معمولی طولِ عمر ایک تاریخی

[1] تتمہ صوان الحکمۃ ص ۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعجوبہ ہے جس کا تاریخ قدیم کی نظروں سے اوجھل ہو جانا بجائے خود ایک انخراقِ عادت ہے۔ اور جب متاخرین کو اس کے استبعاد کا احساس ہوا تو انھوں نے اس کے ازالہ کے لئے ایک جملہ بڑھا دیا کہ یحییٰ نحوی نے عمر طویل پائی۔ چنانچہ ابن ابی اُصیبعہ نے لکھا ہے کہ اسکندریہ میں جالینوس کی کتابوں کو سات شخصوں نے ایڈٹ کیا اور

وعمر من علمائہا الاسکندرانیین	اور اسکندریہ کے ان علماء میں سے یحییٰ نحوی
یحییٰ النحوی الاسکندرانی الاسقلانی	اسکندرانی نے عمر طویل پائی یہاں تک کہ تاریخ
حتی لحق اوائل الاسلام[۱]	اسلام کے ابتدائی زمانہ تک تھا

ابن الندیم کے زمانہ میں بھی یہ افسانہ (یحییٰ نحوی اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی مبینہ ملاقات) ایک حقیقت سمجھا جاتا تھا مگر وہ اسے برقلس اور امونیوس کے بجائے ساواری؟ (SEVERUS?) کا شاگرد بتاتا ہے باینہمہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے ساتھ اس کی ملاقات پر اسے بھی اصرار ہے۔

اخبار یحییٰ النحوی ...... وعاش	یحییٰ النحوی .... وہ اس وقت تک بقید حیات
الی ان فتحت مصر علی یدی عمرو	تھا جب کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کو فتح
بن العاص۔ فدخل الیہ واکرمہ	کیا وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں
ورای لہ موضعاً[۲]	نے اُس کا بڑا اعزاز و اکرام کیا اور اپنے یہاں
....	ایک مناسب مقام دیا۔

غالباً ابن الندیم کو یا جن لوگوں سے اُس نے اس ملاقات کو روایت کیا ہے یحییٰ النحوی کی ایک عبارت کو غلط پڑھنے سے ہوئی ہے جس سے ان لوگوں نے یہ حساب لگایا ہے کہ تصنیف فہرست کے وقت (۳۷۷ھ) میں، یحییٰ النحوی کو وہ عبارت لکھے ہوئے تین سو سال سے اوپر ہوئے تھے۔ اس حساب سے یحییٰ النحوی اور حضرت عمرو بن العاصؓ کا ہمعصر ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد دونوں کی ملاقات غیر مستبعد نہیں رہتی۔

[۱] عیون الانباء جلد اول ص ۱۰۴ [۲] الفہرست لابن الندیم ص ۳۵۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وذکر یحییٰ النحوی فی المقالہ الرابعہ من تفسیرہ لکتاب السماع الطبیعی فی الکلام فی الزمان مثالاً مثل فیہ مثل سنتنا ھذہ وھی سنہ ثلاث واربعین و ثلثمائہ لدقلطیانوس القبطی۔ فہذا یدل علی ان بیننا وبین یحییٰ النحوی ثلثمائۃ سنہ ونیف وقد یجوز ان یکون فسر ھذا الکتاب فی صدر عمرہ لانہ کان فی ایام عمرو بن عاص۔[1]

یحییٰ نحوی نے ارسطو کی کتاب سماع طبیعی (PHYSICS) کی جو تفسیر لکھی ہے اس کے چوتھے مقالہ میں "زمانہ" کی بحث میں ایک مثال دی ہے اور لکھا ہے جیسا کہ ہمارا یہ سنہ جو ۳۴۳ھ دقلطیانوسی ہے یہ بات اس پر اشارہ کرتی ہے کہ ہمارے اور یحییٰ نحوی کے درمیان کچھ اوپر تین سو سال ہوئے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے اس کتاب کی اپنی عمر کے ابتدائی حصہ میں شرح کی ہو کیونکہ وہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے زمانہ میں تھا۔

لیکن یہ عبارت مقالہ رابعہ کے بجائے سولہویں مقالے میں ملتی ہے جہاں ۳۴۳ھ کے بجائے ۲۴۵ھ مذکور ہے اور ۲۴۵ھ ۵۲۹ مسیحی کے مطابق ہوتا ہے اور اس سنہ میں سب لوگ یحییٰ النحوی کا بقید حیات ہونا تسلیم کرتے ہیں۔[2]

بہرحال کیسی ہی اعتدال کی زندگی کیوں نہ بسر کی جائے ڈھائی سو سال زندہ رہنا ناقابل یقین ہے اسی لئے ماکس مایرہوف نے "اسکندریہ سے بغداد تک" میں لکھا ہے۔

"اور آج ہم بالیقین جانتے ہیں کہ یہ یونانی عالم جو قیساریہ میں پیدا ہوا تھا عربوں کی فتح مصر سے تقریباً ایک صدی پہلے مر چکا تھا مگر عرب مصنفین کو اسی پر اصرار رہا ہے کہ عمرو بن العاص فاتح مصر سے اس کا تعلق قائم کریں حالانکہ ان کے یہاں یہ بھی مشہور تھا کہ وہ امونیوس کا شاگرد تھا اور امونیوس پروکلس کا شاگرد تھا۔"[3]

اسی طرح بٹلر نے "عربوں کی فتح مصر" میں لکھا ہے:۔[4]

---

[1] الفہرست الندیم ص ۳۵۶-۳۵۷ [2] التراث الیونانی ص ۵۳ [3] ایضاً ص ۵۰ [4] بٹلر: ص ۴۰۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

NOW THERE CAN BE VERY LITTLE DOUBT ABOUT THE FORMER POINT; JOHN WAS NOT ALIVE IN 642 I NEED NOT RECAITULATE THE WHOLE PROOF OF THIS STATEMENT. IT IS KNOWN THAT JOHN WAS WRITING AS EARLY AS 540 IF NOT BEFORE THE ACCESSION OF JUSTINIAN IN 527; AND THOUGH HE MAY HAVE SURVIVED FOR A FEW YEARS AT THE BEGINNING OF THE SEVENTH CENTURY, IF HE HAD BEEN ALIVE IN THE YEAR 642 HE WOULD NOT HAVE BEEN LESS THAN 120 YEARS. IT IS THEREFORE CLEAR THAT PHILOPONUS HAD BEEN DEAD FOR SOME THIRTY OR FORTY YEARS WHEN AMR ENTERED ALEXANDRIA*

(اب ان میں سے پہلی بات کے متعلق تو کوئی شک نہیں ہے۔ یحییٰ ۶۴۲ء میں بقید حیات نہیں تھا۔ میرے لئے اس دعوے کے تمام دلائل کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ معلوم ہے کہ اگر قیصر جسٹینیان کی تخت نشینی سے پہلے ۵۲۷ء میں نہیں تو کم از کم یحییٰ النحوی ۵۴۰ء میں ضرور تصنیف و تالیف کے اندر مشغول تھا اور ہر چند کہ وہ ساتویں صدی کے آغاز میں کچھ سال زندہ رہا ہو اگر وہ ۶۴۲ء میں زندہ ہوتا تو اس کی عمر ۱۲۰ سال سے کم نہ ہوتی

لہٰذا یہ ثابت ہے کہ فیلوپونس (یحییٰ النحوی) عمرو بن العاصؓ کے اسکندریہ میں داخل ہونے سے کوئی تیس چالیس سال پہلے مر چکا تھا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے جب یحییٰ النحوی فتح مصر وا سکندریہ سے ایک قرن یا تیس چالیس سال پہلے مرچکا ہو تو حضرت عمرو بن العاصؓ کے ساتھ اس کی ملاقات کیسی۔ اور جب ملاقات ہی نہیں ہوئی تو امراء دوسا عرب میں فلسفہ کو متعارف کرانے کا کیا سوال۔

(۲) ثانیاً: اگر علی سبیل التنزل فرض کر لیا جائے کہ یہ قصہ صحیح ہے تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یحییٰ النحوی نے مسلمانوں میں فلسفہ کو ہر دلعزیز بنایا یا کسی عقلی موشگافی کی تحریک کو پیدا کیا۔

اوپر اس قصہ کی تین روایتیں گذری ہیں: ابن الندیم کی، ابن القفطی کی اور بیہقی کی روایت تو یقیناً غلط ہے یحییٰ النحوی نہ دیلمی تھا نہ ایران میں اس کی خانقاہ تھی۔ باقی دو روایتوں سے بھی اگر انہیں فرض کر لیا جائے تو بجائے یہ ثابت ہونے کے کہ یحییٰ النحوی نے مسلمانوں کو فلسفہ کا چسکا لگایا یہی ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ مسلمانوں میں قطعاً غیر مقبول ثابت ہوا۔

۱۔ ابن الندیم نے صرف اس قدر لکھا ہے:

وعاش الیٰ ان فتحت مصر علی یدی	(یحییٰ النحوی) اس وقت تک بقید حیات تھا جب کہ
عمرو بن العاص فدخل الیہ واکرمہ	حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کو فتح کیا۔ وہ
ورأی لہ موضعاً[1]	اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے اس کا
....	بڑا اعزاز و اکرام کیا اور اپنے یہاں ایک مناسب
....	مقام دیا۔

لیکن اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنے کے بجائے کہ حضرت عمرو بن العاص فلسفہ کے گرویدہ ہو گئے، اسے اُن کے حسنِ تدبر پر محمول کرنا اقرب الی الصواب ہوگا۔ ان کی سیرت ہمارے سامنے ہے "دُرکردہا" اُن کا امتیازی وصف تھا چنانچہ ابن عساکر نے شعبی سے روایت کیا ہے:

قال دھاۃ العرب اربعۃ معاویہ	عرب سیاست داں چار ہیں: امیر معاویہ، حضرت
وعمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ	عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ

[1] الفہرست لابن الندیم ص ۳۵۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وزیاد. فاما معاویہ فللعلم والأناۃ وأما عمرو فللمعضلات ...... امیر معاویہ اپنے حلم و بردباری کے لئے اور حضرت عمرو بن العاص مشکل پیچیدگیوں کو سلجھانے کے لئے مشہور ہیں۔

اور اس مزاج کے لوگوں کو فلسفیانہ تدقیق سے کم دلچسپی ہوا کرتی ہے اگرچہ وہ ظاہر یہی کیا کرتے ہیں کہ ان مباحث سے خصوصی ذوق ہے۔

اس بات کا بھی امکان ہے کہ ان کے اس اعزاز و اکرام اور "حسن استماع" میں کوئی سیاسی چال مضمر ہو۔ کے لئے فتح عرب سے پہلے کے مصر کی معاشرتی و مذہبی حالت کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ مصر کی اس سے پہلے کی تاریخ بن بالادستی کے خلاف مسلسل نفرت اور مختلف فرقوں کی کشمکش کی ایک اکتا دینے والی داستان ہے۔ چوتھی دی مسیحی کے ربع دوم سے جو یہ مذہبی مناقشات شروع ہوئے تو آخر تک ختم ہونے کا نام نہیں لیا۔ جس فرقہ سیاسی غلبہ حاصل ہو جاتا وہ اپنے مخالفین کو ملعون و خارج از کلیسا قرار دلوا دیتا۔ ان مذہبی نزاعوں نے مصر ماقومی یک جہتی اور سیاسی استحکام کو پارہ پارہ کر دیا تھا اور اسی اندرونی خلفشار کی وجہ سے پہلے اہل فارس ربعد عرب اُن پر اس آسانی سے قابو پا گئے۔

بہرحال انسی مذہبی تنگ نظری کا شکار یحیٰی النحوی تھا جسے خلقدونیہ کی مذہبی کونسل نے خارج از دین قرار یا تھا۔ لہٰذا اگر اس مبینہ ملاقات کو صحیح فرض کیا جائے تو اس کی تاویل صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت و بن العاصؓ نے ایک سیاس (DIPLOMAT) کی طرح ستم رسیدہ اقلیت کو اپنے یہاں بار دیا اور ن کے خطبات و مواعظ کو سننے اور اُن پر اظہار قدر افزائی کرنے کے ذریعے ان کی ہمت افزائی کی تاکہ مفتوحین میں مذہبی تفریق بنی رہے اور وہ نئے فاتحین کے خلاف متحدہ محاذ قائم نہ کر سکیں۔

ب۔ ابن القفطی کا بیان بہت زیادہ مفصل ہے۔ اس نے صرف اس اعزاز و اکرام کا اور گرویدگی د تان ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سارے قصے کا جو شاہکار ہے یعنی "اسکندریہ کے کتب خانہ کے جلانے کا افسانہ" س کی بھی تفصیل دی ہے۔ چنانچہ اعزاز و اکرام اور گرویدگی کے ذکر کے بعد جو اوپر مذکور ہو چکا ہے وہ

تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۲۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتا ہے :-

ثم قال له يحيى يوماً انك قد احطت
بحواصل الاسكندريه وختمت على
كل الاصناف الموجودة بها. فاما
مالك به انتفاع فلا اعارضك فيه
واما ما لا نفع لكم به فنحن اولى به.
فامر بالافراج عنه فقال له عمرو وما
الذي تحتاج اليه قال كتب الحكمة
في خزائن الملوكية وقد اوقعت الحوطة
عليها ونحن نحتاج اليها ولا نفع
لكم بها فقال له ومن جمع هذه
الكتب وما قصتها[1] ......
....
....

پھر ایک دن یحییٰ النحوی نے اُن سے کہا آپ نے
پورے اسکندریہ پر پہرہ بٹھا دیا ہے اور وہاں
کی جملہ موجودات پر مہر لگادی ہے۔ تو جو چیز آپ کے
فائدہ کی ہے اس کے لئے ہم آپ سے کچھ نہیں
کہتے البتہ جو چیز آپ کے لئے بے کار ہے تو پھر
اُس کے ہم زیادہ مستحق ہیں لہٰذا آپ اس پر سے
پہرہ اٹھانے کا حکم دیدیجئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ
نے دریافت کیا وہ کیا چیز ہے جس کی تمہیں ضرورت
ہے تو یحییٰ النحوی نے کہا شاہی کتب خانہ کی
حکمت و فلسفہ کی کتابیں جن پر آپ نے پہرہ لگا
دیا ہے اور ہم اس کے حاجتمند ہیں اور آپ کے
لئے وہ بے کار ہیں تو انھوں نے پوچھا۔ ان کتابوں
کو کس نے جمع کیا اور ان کا کیا واقعہ ہے۔

اس پر یحییٰ النحوی نے اس مشہور لائبریری کا قصہ سنایا کہ کس طرح بطلیموس فیلاڈلفیوس نے اس کی بنیاد ڈالی اور کس طرح بعد (یحییٰ کے زمانہ تک) اس میں اضافے ہوتے رہے۔ اسے سنکر حضرت عمرو بن العاصؓ کو بڑا تعجب ہوا۔

اور پھر :-

قال لا يمكنني ان امر فيها الا بعد استئذان
امير المؤمنين عمر بن الخطاب وكتب
الى عمر وعرفه قول يحيى الذي ذكرناه

حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا میرے لئے اس
معاملہ میں حکم جاری کرنا ناممکن ہے مگر امیر المؤمنین
حضرت عمر بن الخطابؓ سے اجازت لینے کے بعد

[1] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۲۳۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واستأذنه ما الذی یصنع فیها وکتب
علیه کتاب عمر یقول فیه واما
الکتب التی ذکرتها فان کان فیها
ما یوافق کتاب الله ففی کتاب الله
عنه غنی وان کان فیها ما یخالف
کتاب الله فلا حاجة الیها فتقدم
باعدامها فشرع عمرو بن العاص
فی تفریقها علی حمامات الاسکندریة
واحراقها فی مواقدها وذکرت
عدة الحمامات یومئذ وانسیتها
وذکروا انها استنفدت فی مدة
ستة اشهر فاسمع ما جری
واعجب[1] ....
....
....

اور انھوں نے حضرت عمرؓ کو ایک خط لکھا جس میں
یحییٰ النحوی کا بتایا ہوا پورا قصہ درج کیا اور
ان سے ہدایت طلب کی کہ اس بارے میں کیا کیا
جائے۔ پس ان کے پاس حضرت عمرؓ کا خط آیا جس میں
لکھا تھا: رہیں وہ کتابیں جن کا تم نے ذکر کیا ہے تو
اگر ان کا مضمون کتاب اللہ کے موافق ہے تو ہمارے
لئے صرف اللہ کی کتاب کافی ہے اور اگر اس میں
کتاب اللہ کے خلاف لکھا ہے تو ہمیں ان کی کوئی
ضرورت نہیں۔ لہٰذا انھیں برباد کر دو۔ پس حضرت
عمرو بن العاصؓ نے انھیں اسکندریہ کے حماموں
میں تقسیم کرنا شروع کر دیا اور انھیں حماموں کی بھٹیوں
میں جلوا دیا۔ اس وقت جتنے حمام تھے ان کی تعداد
بتائی گئی تھی مگر میں بھول گیا۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ
چھ ماہ تک یہ کتابیں جلتی رہیں۔ پس اس واقعہ کو
سنو اور تعجب کرو۔

اس افسانہ کا سر اور پیر دونوں دروغ بافی کے بدترین نمونے ہیں کیونکہ جیسا کہ بٹلر اور ماکس مایرہوف کی تصریحات اوپر مذکور ہوئیں نہ حضرت عمرو بن العاصؓ سے یحییٰ النحوی کی ملاقات ہوئی تھی اور نہ ان کے داخلے کے وقت شاہی لائبریری اسکندریہ میں باقی تھی جسے یا تو دو تین سو سال پہلے مسیحی تعصب و تنگ نظری نے جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا تھا یا جو بہت پہلے قسطنطنیہ میں منتقل ہو چکی تھیں چنانچہ برنٹیا جو اسکندریہ کی قدیم تاریخ کا ماہر خصوصی سمجھا جاتا ہے، لکھتا ہے:-

[1] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۲۳۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یہ بات مشکل ہے بلکہ شاید ناممکن بھی کہ ہم چوتھی صدی مسیحی کے اختتام کے بعد اسکندریہ میں کسی واقعی لائبریری کا وجود فرض کرسکیں[۱]"

اسی طرح کریفٹن ملنی (CRAFTON MILNE) لکھتا ہے۔

"چوتھی صدی میں شہر اسکندریہ کے اندر کسی لائبریری کے موجود ہونے کا ثبوت نہیں تھا اور یہ فرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہاں کسی مذہبی یا ملکی حاکم نے کسی کتب خانہ کی نگہداشت کی زحمت کی ہو[۲]"

لیکن اس مختصر مقالے کا موضوع "کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے" کے افسانہ پر تبصرہ کرنا نہیں ہے۔ فرض کیجئے "اختلاق اکاذیب" کا یہ شاہکار صحیح تھا تو اس سے اس کے سوا اور کیا ثابت ہوسکتا ہے کہ قدیم ترین فلسفی جس سے مسلمانوں کا سابقہ ہوا وہ اُن میں کسی پائدار اور دیرپا عقلی تحریک کی بنیاد ڈالنا تو درکنار اسلام کی اجتماعی فکر کو آنا بھی ہوا نہ کرسکا کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے ہی واسطے فلسفہ کے مطالعہ کے لئے اسکندریہ کی لائبریری سے استفادہ کی اجازت لے لیتا۔

پھر مسلمانوں نے اپنی مبینہ "حکمت دشمنی" کا ثبوت تو بعد میں دیا۔ اس سے پہلے ہی اس فلسفی کو یقین ہو چکا تھا کہ اس کی اتنے دن کی جہالت وہم نشینی بھی ان مسلمانوں میں کسی عقلی موشگافی کی تحریک پیدا نہیں کرسکی۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے۔ علم وحکمت کے جواہر پارے بے کار ہیں اور بجائے اس کے کہ ان کی تولیت میں علوم الاوائل کے ان نوادر کو دیمک کھا کھا کر ختم کریں، یہ لائبریری اسے اور اس کے ہم مذاق حکماء ہی کو دے دی جائے جو اس کی قدر کرسکتے تھے اسی وجہ سے اس نے کہا تھا۔

"فاما مالك به انتفاع فلا اعارضك واما ما لا نفع لكم به فنحن اولى به"

---

[۱] EV. BRECCIA: ALEXANDREA AD AEGYPTUM P. 49
بحوالہ التراث الیونانی ص ۴۱۔

[۲] J. CRAFTON MILNE: HISTORY OF EGYPT UNDER ROMAN RULE, P. 95

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر یحییٰ النحوی نے حضرت عمرو بن العاصؓ اور دیگر عربوں میں فلسفہ وحکمت کا شوق پیدا کر دیا ہوتا یا اُسے امید ہوتی کہ یہ نو متمدن بادیہ نشین مستقبل میں یونانی عقلیات سمجھنے کی زحمت گوارا کریں گے تو وہ اس لائبریری کو "مالا نفع لکہ بہ" سے تعبیر نہ کرتا بلکہ انھیں اس سے استفادہ کا شوق دلاتا۔

غرض عہد خلافت راشدہ (۱۱ - ۴۰ھ) میں تنہا مثال یحییٰ النحوی کی ہے جس سے مسلمانوں کا سابقہ بتایا جاتا ہے۔ مگر تاریخی تنقید کی کسوٹی پر کسنے سے یہ قصہ افسانہ ثابت ہوتا ہے اور اگر تاریخی حقیقت بھی ثابت ہو تو اس سے صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ خواہ یحییٰ النحوی نے کوشش کی ہو یا نہ کی ہو یونانی عقلیات مسلمانوں میں مقبول نہ ہو سکی۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی یاد میں شائع ہونے والا
واحد ہفت روزہ
"الہلال" اور "البلاغ"
کی عظیم روایات کا آئینہ دار
الکلام
پٹنہ
نوع بنوع مقالوں، ادبی شہ پاروں، سیاسی تبصروں اور تازہ ترین بین الاقوامی معلومات اور منظومات کے ساتھ ہر سنیچر کو پوری پابندی سے شائع ہوتا ہے۔ مولانا آزاد کی لافانی نگارشات اور اُن کے افکار دنیا کا پُر گرانقدر مضامین "الکلام" کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ملک کے نامور ادیبوں اور عالموں اور معیاری رسائل و جرائد نے الکلام کے معیار کو سراہا ہے — معیاری کتابت و طباعت سفید کاغذ — آرٹ پیپر کا ٹائیٹل قیمت فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے اور سالانہ چندہ ۱۲ روپئے۔
پتہ: "الکلام" پٹنہ ۴

© rasailojaraid.com